مالکانہ تصرفات پر نفاذِ حجر کے اسباب

* احمد سعید

خزائن ارض وسما کا حقیقی مالک

زمین و آسمان میں موجود اشیاء کے خزانوں کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (1) جس نے زمین اور وسائل پیداوار کو مخلوق کے فائدے کی خاطر پیدا کیا اور نظام ہستی چلانے کے لئے بندوں کو اس ہدایت کے ساتھ ان چیزوں کا مالک بنایا کہ وہ انہیں اصل مالک کی امانت سمجھیں اور یہ یقین کر لیں کہ جو مال ان کے قبضے میں ہے اس میں مالک حقیقی کے نائب کی حیثیت سے اور اس کی مرضی کے مطابق ان کو تصرف کرنے کا حق حاصل ہے (2)

مال وملکیت اسلام کی نظر میں

اسلام مال و دولت کی ملکیت کو استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے، اسے قوت و طاقت، انسانی معاشی زندگی کے قیام و استحکام کا ذریعہ اور زمانے کی کروٹوں سے پیدا ہونے والی ضرورتوں کے نتیجہ میں سامنے آنے والے مسائل و مشکلات کا حل سمجھتا ہے۔ اس نے مال و متاع کو سببِ معیشت اور کامیابیوں کے حصول کا باعث قرار دیا اور جائز ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت کو خیر اور فضل سے تعبیر کیا ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَا تُنفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنفُسِكُمْ﴾(3) ''اور تم جو مال خرچ کرو گے اس کا فائدہ تمہیں ہوگا''۔

﴿وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰه﴾(4) ''اور خدا کا فضل تلاش کرو''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((نعم المال الصالح للرجل الصالح ولا باس بالغنی لمن اتقی اللّٰہ))

''صالح آدمی کے لئے صالح مال اچھی چیز ہے اور جو شخص اللہ عز وجل سے ڈرتا ہو اس کی مال داری میں کوئی حرج نہیں ہے''(5)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج، بٹ گرام۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

''انسان جب تک خوش حال اور فارغ البال نہ ہو وہ دنیوی اور اُخروی مصالح حاصل نہیں کرسکتا۔ مال ہی کی مدد سے حصولِ منفعت اور دفع مضرت ممکن ہوتا ہے''۔

مال و دولت کی فراوانی اور خوراک اور ضرورت کی اشیاء کا بکثرت آنکھوں کے سامنے موجود ہونا ایک نفسیاتی اثر رکھتا ہے۔ اطمینانِ قلب اور آسودگی خاطر میں اس کو خاص دخل ہوا کرتا ہے۔ سامانِ معیشت جس پر بھروسہ ہو فراہم نہ رہے تو نفس پریشان رہتا ہے اور جب اپنی روزی جمع کر لیتا ہے تو مطمئن ہو جاتا ہے، اسی لیے تو اس کو قوامِ زندگی اور سبب معیشت کہا گیا ہے'' (7)

قرآن وسنت کی رُو سے مالکانہ تصرفات پر پابندی کا نفاذ

نظام سرمایہ داری (Capitalism) اور اشتراکیت (Communism) میں دولت وملکیت کے بارے میں افراط وتفریط پر مبنی نظریوں کے برعکس اسلام کا معاشی نظام انسان کو خداداد صلاحیتیں بروئے کار لانے اور انفرادی واجتماعی مفادات کے حصول اور تحفظ کو ممکن بنانے کے لئے کچھ قیود وحدود کی پابندی کے ساتھ ملکیت اور اس کے استعمال کا حق عطا کرتا ہے۔ یہ اس لحاظ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو تمام مخلوق کی نسبت اچھی شکل وصورت میں پیدا کیا (8) اسے عزت، شان وشوکت اور بے شمار ذہنی وجسمانی صلاحیتوں سے نوازا (9) باوجود اس کے حصولِ ملکیت کے حق سے اس کو محروم کر دینا اور اس کی اہلیتِ تصرف کو سلب کر لینا شرفِ انسانیت اور کرامت آدمیت کے خلاف ہے، تاہم انسانوں میں بھی عقل وخرد اور فہم وفراست کے اعتبار سے تفاوت قائم رکھنا، بعض کو تو ان میں اعلیٰ درجہ کی ذہنی اور بدنی استعداد اور صلاحیت کا مالک بنا دیا اور کچھ لوگوں کو ایسا بنا دیا کہ بسببِ صغر، جنون، سفاہت، غفلت، مرض اور پیرانہ سالی ان کی عقل خراب، رائے فاسد اور تدبیر بگڑی ہوئی ہے۔ انسان ہونے کے ناطے یہ لوگ اگرچہ محترم اور بزرگ ہیں لیکن اوصافِ مذکورہ کے باعث اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں مال واملاک کے آزادانہ استعمال کی اجازت دی جائے جس کا نتیجہ آخر کار کاروبارِ حیات کے ارتقاونمو کے رُک جانے اور اجتماعی فساد برپا ہونے کی صورت میں برآمد ہوگا۔ قرآنِ حکیم ہدایت کرتا ہے مال تمہاری معیشت کا ذریعہ ہے اسے احمقوں کے سپرد نہ کرو ارشاد ہوا:

﴿وَلَا تُوتُوا السُّفَهَآءَ اَموالَكُم الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُم قِيٰمًا﴾ (10)

''اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لئے سببِ معیشت بنایا ہے مت دو''

آیتِ کریمہ میں یہ نکتہ بیان ہو رہا ہے کہ افراد کی ملکیت میں رہتے ہوئے بھی اموال بالکلیہ ان کے نہیں ہیں اگر بے عقلوں اور نادانوں کے تصرف میں رہیں تو فضول خرچ کر کے بہت جلد ان کو ضائع کر دیں گے اور مفلس بن کر خویش و اقارب بلکہ معاشرے پر بوجھ بنے رہیں گے۔ چنانچہ جو لوگ طبعی حماقت کی بناء پر اسراف و تبذیر کا مظاہرہ کریں قرآن ان کے سر پرستوں کو ان کے مالکانہ تصرفات پر پابندی لاگو کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (11) اور باہمی تعاون کے شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہدایت دیتا ہے کہ مال تحویل میں دینے سے قبل اس وقت تک ان کو جانچتے رہو جب تک سن بلوغ کو نہ پہنچ جائیں، بالغ ہو جانے پر ان میں عقل کی پختگی (Maturity) کے آثار نمایاں ہوں تو اموال ان کو سونپے جائیں۔ (12)

بے عقلوں اور ضعیفوں کے مالی امور و معاملات کی نگرانی کرنے کا حق اولیاء کو عطا کر دینے کے قرآنی حکم کا واضح مطلب تصرفاتِ مالیہ کے سلسلے میں بدتدبیری اور فضول خرچی کو روکنا ہے۔ (13)

احادیث و آثار میں موجود بعض واقعات کے تذکرہ سے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ ناگزیر ذریعہ معیشت ہونے کے موجب بھولے بے وقوف، غافل و لاپرواہ اور مسرف کی شدید ضروریات پر اُٹھنے والے اخراجات اور مریض مبتلائے مرض الموت کے تہائی مال کے علاوہ میں مالکانہ تصرفات پر پابندی عائد ہو گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کے گھر والے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے: ''یا رسول اللہ ﷺ فلاں کی عقل کمزور ہے اور کاروبارِ خرید و فروخت میں دھوکہ کھا جاتا ہے'' ۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو بلا کر منع کر دیا۔ اس نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میں خرید و فروخت کرنے سے نہیں رُک سکتا'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب خریدا یا بیچا کرو تو کہہ دیا کرو کوئی دھوکہ نہیں۔ (14)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بارگاہِ نبوت سے اس شخص کو خرید و فروخت کے معاملات طے کرنے کی اجازت ملنا اس کا خاصا تھا لیکن جو شخص دھوکہ کھا جاتا ہو اور خصوصاً جب اس کی عقل اور وجدان میں خرابی ہو

حاکم وعدالت کی ذمہ داری ہے کہ اس کے تصرفات پر روک لگا دے''۔(15)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ساری جائیداد قرض کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی قرض خواہوں نے عدالتِ نبوی میں درخواست دائر کی کہ ہمارا قرض ادا کر دیا جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی استدعا منظور کرتے ہوئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تصرف سے روکا اور آپ رضی اللہ عنہ کے مال و جائیداد کو سب قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا۔ عبداللہ بن کعب بن مالک روایت کرتے ہیں:

((فباع رسول اللّٰه لھم ماله حتی قام معاذ بغیر شئ ....))

''رسول اللہ ﷺ نے قرض خواہوں کے قرض کی ادائیگی کے لئے معاذ رضی اللہ عنہ کے مال (جائیداد) کو فروخت کر دیا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہ بچا'' (16)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لاحق مرض نے زندگی سے بیزار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے تو سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

((یا رسول اللّٰه ! ان لی مالا کیثرا ولیس یرثنی الا ابنتی فاوصی بما لی کله قال لا قلت فثلثی مالی قال لا قلت فالشطر قال لا قلت فالثلث قال الثلث والثلث کثیر))

''یارسول اللہ ﷺ میں بسیار مال ودولت کا مالک ہوں اور میری ایک بیٹی اس بہت ساری دولت کی اکیلی وارث ہے، میں اپنی ساری دولت کی (راہِ خدا میں) وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: آدھے مال کی آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں نے کہا: تہائی مال کی آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تہائی مال بہت ہے'' (17)

قاضی شریح کی عدالت میں ایک شخص اپنا جوان سال بھتیجا ساتھ لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا یہ نوجوان شراب نوشی کرتا اور پھر دولت بے جا اُڑاتا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا:

((امسک علیه ماله وانفق علیه بالمعروف))

''اس کا مال روکے رکھو اور دستور کے مطابق اس کی ضروریات پر خرچ کرو'' (18)

الحاصل ! بوجہ سادگی کاروبارِ تجارت اور معاملات خرید وفروخت میں دھوکہ کھا جانے ،حماقت و نادانی کے سبب مال و دولت فضول اُڑانے ، مال و جائیدا کو قرض میں ڈبونے اور مرض الموت کی حالت میں ثلثِ مال سے زائد کی وصیت کرنے والے لوگوں کو احادیث وآثار کی رُو سے ممنوع التصرف قرار دیا گیا ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور اس طرح کے لوگوں کو مالی تصرفات سے روکنا رسول اللہ ﷺ ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے ہاں مروج تھا'' (19)

حجر؛مفہوم و معنی

مالکانہ حقوق کے استعمال پر پابندی لاگو کرنے کا جو تصور قرآن نے پیش کیا احادیث میں اسی کو بعض واقعات کے ذکر کے سلسلے میں حجر سے تعبیر کیا جاتا ہے جو از روئے لغت روک اور ممانعت اور عرفِ فقہاء میں مالکانہ تصرفات سے منع کرنے یا انہیں محدود کرنے کا مفہوم ادا کرتا ہے:

((والحجر فی اللغة المنع و فی الشرع منع مخصوص وهو المنع من التصرف لشخص مخصوص وهو المستحق بأی سبب کان))

''لغت میں حجر مطلق منع کو اور عرفِ شرع میں مخصوص ممانعت کو کہتے ہیں اور وہ مخصوص شخص کو تصرف سے روکنا ہے جو کسی بھی وجہ سے حجر کیے جانے کا مستحق ہو'' (20)

اس تعریف کی روشنی میں جو خاص بات نمایاں ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ وہ عوارض موجباتِ حجر تصور کیے جائیں گے جن کو قانونِ شریعت معتبر سمجھے۔اسباب و موجبات حجر مختلف ہیں جن پر تفصیلی بحث مقصدیتِ حجر کی وضاحت پیش کرنے کے بعد کی جائے گی۔

حِجر کا مقصد

مال و دولت کی مسلمہ اہمیت اور قرآن و سنت سے مالکانہ تصرفات پر پابندی کے نفاذ اور سفیہ وضعیف کے مالی امور کی خبر گیری کرنے کا حق اولیاء کو ملنے کا ثبوت میسر آنے کے بعد (21) علمائے اسلام اور فقہائے مذاہب

اس بات پر متفق ہیں کہ:

''مال و دولت جو قوام زندگی اور سب کے لئے سبب معیشت ہے ان لوگوں کی تحویل میں نہ رہے جو فقدانِ بصیرت اور کوہ تاہ نظری کے سبب بہتر نظم ونسق کے ساتھ مالی اُمور چلانے سے قاصر ہوں ، بلکہ عاقل بالغ اور دانا و بینا لوگ ان پر کڑی نظر رکھیں اور مالی معاملات طے کرنے کے سلسلے میں ان کی رہنمائی کریں تا کہ وہ ان کے مال و جائیداد تک نہ پہنچ پائیں جو دھوکہ ، غبن اور ملاوٹ سے لوگوں کے مال چھین لیتے ہوں اور اجتماعی معاشی نقصان کا موجب بنتے ہوں'' (22)

علامہ الجزائر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو لوگ مال و املاک میں خوش اسلوبی کے ساتھ تصرف کرنے کے قابل نہ ہوں ان کی خیر طلبی بلکہ وسیع معنوں میں عامۃ الناس کی بھلائی (Public Interest) کے لیے ان کے مالکانہ تصرفات پر پابندی عائد کی جائے گی ، کیونکہ ایسے لوگ اپنے اور دوسروں کے مالی امور انجام دے کر لازمی طور پر مال ضائع کر دیں گے'' (23)

امام فخر الدین زیلعی اور شمس الائمہ السرخسی لکھتے ہیں:

((کل ذالک رحمة ولطفا ونظرا لهم فيحجر لاجل النظر لهم وللمسلمين))

''یہ سب کچھ ان (قاصر لوگوں) کے ساتھ شفقت و مہربانی کا برتاؤ اور ان کے مالوں کو تحفظ دلانا ہے تو ان کے اور (سرمایہ کار کے طور پر تمام) مسلمانوں کے مالوں کی حفاظت کے لیے حجر لاگو کیا جائے گا'' (24)

المختصر ! علامہ کاسانی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق یہ بات کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کو حق ملکیت اور شریعت کی رُو سے اس کے استعمال کی اجازت اس لیے عطا کی گئی ہے کہ وہ دنیوی اور اُخروی مصالح اور مفادات کا حصول ممکن بنا سکیں اور توازن و اعتدال کے ساتھ ایسا تب ممکن ہو گا کہ کبھی تو ان کو مالکانہ تصرفات کی اجازت ملے اور کبھی ان پر قانون حجر نافذ رہے'' (25)

اسبابِ حجر

ملتِ اسلامیہ کے علماء کا قرآن وسنت کی روشنی میں اس بات پر اجماع ہے کہ کم سنی اور جنون موجبات حجر ہیں اور فقہائے مذاہب کی اکثریت نے قیاس و استنباط سے سفاہت، غفلت، مرض الموت، افلاس، اسراف و تبذیر اور ضرر کو بھی حجر کیے جانے کے اسباب میں شامل کر کے اس فہرست کو وسعت دی اور اس طرف اشارہ کیا کہ یہ کوئی حتمی منزل نہیں بلکہ نشانِ راہ ہے۔

صغر

صغر چھوٹا ہونے، صغر السن کم عمری اور صغیر کم عمر کو کہتے ہیں (26) جو بچہ بلوغت کی عمر کو نہ پہنچا ہو وہ اصطلاحِ فقہاء میں صغیر کہلاتا ہے (27)

ہر انسان کم سنی اور طفولیت کا زمانہ گزارتا ہے جو ولادت سے لے کر بلوغت تک ہوتا ہے اور بلوغت کے بعد طاری ہونے والے احوال کے نتیجہ میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص دیوانہ یا فاتر العقل ہے۔

صغیر کے احوال

بلوغت سے قبل بچے کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

(i) حالتِ شعور وتمیز۔

(ii) حالتِ عدم شعور وتمیز۔ (28)

(i) شعور وتمیز: جو بچے سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں، بات کو سمجھ سکیں، اس کا درست جواب دیں، خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات کو پہچانیں اور اس ضمن میں پیدا ہونے والے نقصان اور غبن فاحش کو معلوم کر سکیں وہ شعور وتمیز سے متصف ہو کر ممیّز کہلائیں گے۔ (29)

(ii) عدم شعور وتمیز: اس کے برعکس جو بچے اوصافِ مذکورہ بالا کے حامل نہ ہوں وہ شعور وتمیز سے عاری اور غیر ممیّز تصور کیے جائیں گے۔ (30)

ممیّز کے تصرفات

سات سال کے بعد اور سن بلوغت سے پہلے بچوں میں تمیز اور شعور کا آغاز ہونے لگتا ہے جس کے ساتھ ساتھ ان میں قدر اہلیتِ تصرف بھی پیدا ہونے لگتی ہے، تاہم وہ عاقل بالغ نہیں ہوتے، انہیں لوگوں کی پہچان ہوتی ہے اور نہ ظروف و احوال سے آگاہی، لہٰذا انفرادی اور اجتماعی معاشی نقصان سے محفوظ رہنے کے لئے شریعت انہیں عاقل بالغ، سمجھدار اور تجربہ کار لوگوں کے زیر سرپرستی مالی امور نمٹانے کی اجازت دیتی ہے۔(31)

خالص مفید تصرفات

صغیر غیر ممیّز کے جو مالی تصرفات اس کے حق میں مفید ثابت ہوں وہ اس کے سرپرست کی اجازت کے بغیر بھی نافذ العمل ہوں گے مجلۃ الاحکام العدلیۃ میں ہے۔

((یعتبر تصرف الصغیر الممیز اذا کان فی حقه نفعاً محضاً وان لم یأذن به الولی کقبول الهدیة والهبة))

''صغیر ممیّز کا تصرف جب اس کے حق میں مفید ہوگا تو معتبر سمجھا جائے گا اگرچہ ولی نے اس کی اجازت نہ دی ہو جیسے تحفہ اور ہدیہ قبول کرنا''۔(32)

خالص غیر مفید تصرفات

صغیر ممیّز کے ایسے مالی تصرفات ولی کی اجازت سے بھی نافذ نہیں ہوں گے جو اس کے لئے نقصان دہ ہوں فقہاء فرماتے ہیں:

((تصرفاته ضارة ضرراً محضاً کتبرعه بشیء من ماله او اقراضه فهذہ لا تصح منه بحال من الاحوال. وهکذا لا یصح طلاق الصبی واعارة ماله و اقراره حتی لو اجازها الولی او الوصی))

''صغیر ممیّز کے تصرفات جو خالص مضر ہوں کسی طرح صحیح نہیں ہوں گے مثلاً کچھ مال مفت میں یا قرض کے طور پر دے دینا اور یہی حکم اس کا بیوی کو طلاق دینے، مال عاریتاً کسی کو عطا کر دینے اور کسی کے حق میں مالی اقرار کرنے کا بھی ہے''۔(33)

نفع ونقصان کے محتمل تصرفات

صغیر ممیّز کے جو تصرفات نفع ونقصان دونوں کا احتمال رکھتے ہوں ان کا نافذ العمل ہونا اور نہ ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہے:

((اما العقود و التصرفات الدائرة بين النفع والضرر،ای تحتمل الأمرين كالبيع وَالشراءِ فهٰذه تصح منه لٰكنّها لا تنفذ الاباجازة الولی او الوصی فان اجازها نفذت وان لم يجزها بطلت ، مثلاً اذا باع الصغير المميز ما لا بلا اذن وان كان قد باعه بازيد من ثمنه يكون نفاذ ذلك البيع موقوفا على اجازة ولية))

''البتہ (صغیر ممیّز کے) جوعقود وتصرفات نفع ونقصان دونوں کا احتمال رکھتے ہوں جیسے خرید وفروخت تو صحیح ہیں لیکن ولی یا وصی کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوں گے اگر اس نے اجازت دے دی تو نافذ ہو جائیں گے ورنہ نہیں مثلاً جب صغیر ممیّز اجازتِ ولی کے بغیر کوئی مال بیچے اگر چہ وہ اسے قیمتِ خرید سے زیادہ فروخت نہ کرے تو یہ سودا ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا''۔(34)

صغیر ممیّز کے تصرفات

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صغیر غیر ممیّز کے مالی تصرفات خواہ مفید ہوں یا غیر مفید اور ولی کی اجازت سے ہوں یا بغیر اجازت کے کسی طور نافذ نہیں ہوتے ہیں۔(35)

بلوغت و رُشد چھوٹی عمر میں ہونا حیاتِ انسانی کے احوال میں سے ایک حالت ہے جو پیدائش کے وقت سے لے کر اس کے سن بلوغت تک رہتی ہے۔صغر السنی (Minority) میں قوائے بشریہ مکمل نہیں ہوتی ہیں۔ کچھ کم سن ایسے ہوتے ہیں جن میں سن شعور کو پہنچنے کے بعد معاملہ فہمی کا شعور پیدا ہو جاتا ہے اور بعض بچے بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی تمیز وشعور سے عاری ہوتے ہیں۔اس اعتبار سے شریعت نے تحویل مال کے دو معیار متعین کئے ہیں،ایک صغیر کا بالغ السن ہو جانا اور دوم معاملہ فہم اور خوش اطوار ہو جانا۔

بلوغت

لغت میں پہنچنے اور اصطلاح شرع میں بچپن کی مدت ختم ہونے کی حد کو بلوغ کہتے ہیں۔(36)

لڑکے اور لڑکی کے بلوغ کی کچھ طبعی اور جسمانی علامات ہیں جن کے ظہور پذیر ہونے پر ان کا بالغ ہو جانا پہچانا جاتا ہے۔ اگر جسمانی علامات میں سے کوئی نشانی ظاہر نہ ہو سکے تو پھر عمر کے حساب سے بچہ اور بچی کے بالغ ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔(37)

رُشد

رُشد کے لفظی معنی ہیں:

''ہدایت و استقامت اور از روئے شرع رُشد اس نفسیاتی ملکہ کو کہتے ہیں جو مال کی حفاظت اور اصلاح کا متقاضی ہو اور اس کے ضیاع کو روکتا ہو'' (38)

سنِ رُشد کی تحدید

سنِ رُشد کی تحدید کا مطلب یہ ہے کہ عمر کی ایک ایسی حد مقرر ہو جہاں پہنچنے والے کو عاقل بالغ سمجھا جائے اور صغر السنی کی حالت میں مالکانہ تصرفات کے حوالے سے عائد پابندیاں اس پر سے دُور کی جائیں اور عمر کی اس مقدار کو حاصل کر لینے سے قبل اس کی طرف سے بالغ اور معاملہ فہم ہونے کے دعوے کو تسلیم نہ کیا جائے اگر چہ فعلاً و حکماً وہ عاقل بالغ کیوں نہ ہو۔(39)

بعض عرب اور مغربی ممالک کے شخصی قوانین کی طرح ملکی قانون میں بھی بلوغ اور رُشد کے حصول کے لیے عمر کی ایک حد کا تعین کیا گیا ہے۔ جب کہ شریعت نے اس بارے میں عمر کی کسی حد تک تعین نہیں کیا ہے کہ ہر شخص کی فطرت وطبیعت ماحول، علم و تربیت، اخلاقِ عامہ اور اجتماعی و اقتصادی احوال کے زیر اثر یہ مدت مختلف ہو سکتی ہے اس بناء پر احکامِ شرعیہ اور ان کی دلائل تفصیلیہ سے بخوبی عیاں ہے کہ بلوغ سے پہلے رُشد کا کوئی اعتبار نہیں اور قصور اہلیت کی حالت سے حالتِ رُشد تک منتقل ہونے کے لئے بالغ ہونا ضروری ہے۔ رُشد کبھی بالغ ہونے کے ساتھ متحقق ہوتا ہے اور کبھی بلوغت سے پہلے۔(40)

جنون اور مدہوشی

عقل زائل ہو جانے کو لغت میں جنون اور فقہی و قانونی زبان میں جنون کہتے ہیں۔ خلل دماغ اور عقلی خرابی کو جس کسی شخص کو اچھے اور برے میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے محروم کر دے۔(41)

مجنون کے تصرفات

فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ دیوانگی اہلیتِ ادا کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ جنون اصلی ہو یا طاری ہونے والا ہو متاثرہ شخص کو اہلیتِ ادا سے محروم کر دیتا ہے اور اس کے مالکانہ تصرفات کے اثر و نفوذ میں حائل بن جاتا ہے۔

((قد اتفق الفقهاء على ان الجنون من عوارض الاهلية ...... ولا خلاف بينهم فى الحجر على المجنون سواء ً كان الجنون اصلياً أم طارئاً وسواء ً كان قوياً أم ضعيفاً))

''فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دیوانگی عوارض اہلیت میں سے ہے اور مجنون پر حجر عائد کرنے میں بھی ان کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے، جنون خواہ اصلی ہو یا وقتی قوی ہو یا کمزور ہو''۔(42)

مدہوشی

نشہ میں چور ہونے کی وجہ سے کسی شخص کا اس کیفیت میں مبتلا ہونا مدہوشی کہلاتا ہے کہ اشیاء کے درمیان تمیز کرنے کی قوت اس سے جاتی رہے اور اپنے فعل کی ماہیت یا یہ جاننے کے قابل نہ ہو کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے قانونی ہے یا غیر قانونی۔(43)

فقہی مذاہب اور ملکی قانونِ معاہدہ کی رُو سے سکران یعنی مدہوش اگر حالتِ نشہ میں کسی جرم کا ارتکاب کرے تو اس کو سزا نہیں دی جائے گی اور جب تک نشہ کی حالت قائم رہے وہ کوئی معاملہ نہیں کر سکتا بلکہ مجنوں کی طرح اس کے مالی تصرفات پر بھی پابندی لاگو رہے گی۔(44)

سفاہت اور غفلت

سفاہت عقلی نقص کو کہتے ہیں جس کے لاحق ہونے سے انسان ایسی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ پھر غم اور خوشی کے مواقع پر خلافِ تقاضائے عقل وشرع مال و دولت استعمال میں لاتا ہے اور اسے ضائع کرتا ہے، لہذا جو شخص ایسی حالت سے دوچار ہو وہ سفیہ یعنی احمق کہلائے گا۔(45)

غفلت ولاپروائی

شرعی اور وضعی قوانین کے پیشِ نظر زندگی کے امور و معاملات میں جن معمولی احساسات و توجہات سے باقاعدگی آتی ہو اور جن کی مدد سے مالی کارروائیوں میں حسن وخوبی لائی جاتی ہو۔ ان کا مفقود ہو جانا غفلت ہے اور مغفل وہ شخص ہے جس کے پاس پیش آمدہ مسائل و مشکلات کے حل کے لیے عمدہ ذہنی استعداد نہ ہو اور معاملاتِ خرید وفروخت میں دھوکہ کھا جاتا ہو۔ (46)

سفیہ کے مالی تصرفات

جب کسی عاقل بالغ شخص کی حماقت اور اخراجات کے سلسلے میں اس کا فضول خرچ ہونا ثابت ہو جائے، تو عدالت بنیادی ضروریات اور خالصتاً مبنی بر مصلحت مالی معاملات کے علاوہ اس کے مالکانہ تصرفات پر قانونِ ممانعت تصرف لاگو کرے گی۔ ہدایہ سمیت دیگر کتبِ مذاہب فقہ میں ہے:

((لا یحجر علی السفیه البالغ الحر فی الانفاق علی من تجب علیه نفقتهم))

''احمق بالغ اور آزاد شخص پر جن لوگوں کے نان ونفقہ اور بود و باش کے اخراجات لازم ہیں ان پر خرچ کرنے کے سلسلے میں اس کی مالی کارروائیوں کو حجر نہیں کیا جائے گا''۔(47)

مالی عبادات

سفیہ کے ذمہ مالی عبادات جیسے زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے اخراجات پر قانونِ حجر لاگو کا اطلاق نہیں ہوتا، البتہ عدالت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ مالِ زکوٰۃ مستحقین میں تقسیم ہو اور فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے مختص رقم اسی کارِ خیر میں صرف ہو نہ کہ ایسے ویسے کاموں میں خرچ کر کے سفیہ اس کو ضائع کرد

مغفل کے تصرفات

بھولا بھالا سیدھا آدمی جسے مالی امور کے سلسلے میں نفع ونقصان کی پہچان حاصل نہ ہو اور بسہولت دھوکہ کھا جاتا ہو احمق شخص کی طرح ناگزیر ضروریات پر اُٹھنے والے اخراجات اور خالص مبنی برمنفعت مالی تصرفات کے علاوہ مال وملکیت میں اس کی جانب سے ہونے والی مداخلت پر قانونِ حجر کا اطلاق ہوگا۔

((فی رأی جمهور الففهار یحجر علیه کالسفیه صیانتاً لما له ونظراً له لان اهل منقذ طلبوا من النبی الحجر علیه فاقرهم علی ذلک ولم ینکر علیهم فدل علی انه مشروع))

''جمہور فقہاء کی رائے میں مغفل پر اس کے مال کی حفاظت اور اس کے اصلاحِ احوال کے لیے سفیہ کی طرح حجر عائد کیا جائے گا۔ کیونکہ حبان بن منقذ کے گھر والوں نے نبی کریم ﷺ سے اس پر حجر لاگو کرنے کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں برقرار رکھا اور ان کے مطالبہ کو رَد نہیں کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ مغفل پر حجر نافذ کرنا مشروع ہے''(49)

خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ سفاہت وغفلت دونوں مفہوم کے لحاظ سے آپس میں جدا جدا ہیں اور اس حوالے سے بھی مغفل حماقت زدہ سے مختلف ہے کہ وہ نفسانی خواہشات کی تکمیل اور فضول خواہشات میں قصداً اور ارادتاً مال و دولت خرچ نہیں کرتا تاہم یہ دونوں آزاد اور عاقل بالغ، ایک پر بوجہ سادگی اور دوسرے پر بسببِ حماقت مالکانہ تصرفات کی پابندی عائد کی جائے گی تاکہ ان کے اموال کی حفاظت ممکن بنائی جائے اور ان کے احوال اصلاح پذیر ہوں۔

مرض الموت

فسادِ مزاج اور خرابیٔ صحت کا نام مرض ہے (50) یعنی جسم انسانی کی غیر طبعی کیفیت خصوصاً جب مرض شدید ہو اور مریض کو اپنی موت کا غالب گمان ہو مرض الموت کی حیثیت رکھتا ہے (51) فقہاء نے ان حالتوں کو بھی مرض الموت میں شامل کیا ہے جن میں انسانی جان کو ہلاکت لاحق ہوسکتی ہے مثلاً جنگ کے لیے جاتے ہوئے اس بارے میں اصل علت موت کا خوف ہے جہاں بھی موت کا خوف ہوگا مرض الموت کا حکم لاگو ہو جائے گا۔(52)

مریض مبتلائے مرض الموت کے تصرفات

تمام فقہی مذاہب اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ مرض الموت کا تقاضا ہے کہ مریض مبتلائے مرض الموت کے مال میں ایک تہائی تک اس کے تصرفات نافذ العمل ہوں گے تا کہ ورثہ اور قرض خواہوں کے حقوق جو اس کے مال و جائیداد سے وابستہ ہوں وہ محفوظ رہیں۔

> **((قد اتفق الفقهاء علی ان مرض الموت یقتضی الحجر علی صاحبه فی بعض تصرفاته محافظة علی حقوق الورثة والغرماء فیحجر علیه فیما زاد علی ثلث ترکته واذا تبرع بما زاد عن الثلث فحکمه حکم الوصیة اذا مات))**
>
> ''فقہاء نے اتفاق کیا ہے کہ مرض الموت کے مریض کے بعض تصرفات پر ورثہ اور قرض خواہوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے حجر کرنے کا مقتضی ہے تو مریض کے ترکہ کے ایک تہائی سے زائد مال میں اس کے مالکانہ تصرف پر پابندی لاگو ہوگی اور جب وہ ایک ثلث سے زائد (مال) مفت (میں کسی کو) دے گا تو اس کی موت کے بعد اس کا حکم مالِ وصیت جیسا ہوگا''۔(53)

غرض فقہائے اسلام اس بارے میں متفق ہیں کہ مرض الموت میں مبتلا شخص از روئے قانونِ حجر مال کے ایک تہائی سے زائد حصہ میں تصرف کرنے کا حق نہیں رکھتا، خواہ ہبہ، صدقہ اور وقف کی شکل میں ہو یا نقصان پر مشتمل لین دین کی صورت میں۔

افلاس

لغوی اعتبار سے افلاس نام ہے مال ختم ہو جانے اور کشائش کے بعد تنگ دستی لاحق ہو جانے کا (54) اور فقہ و قانون کی اصطلاح میں اس حالت کو افلاس کہتے ہیں:

> ''آدمی کے اموال و املاک پر قرض کے احاطہ کر لینے کو جس کے بعد وہ اپنے ذمہ واجب الادا قرض کی ادائیگی سے عاجز ہو جائے اور عدالت کی جانب سے ایسے شخص کو افلاس کا حکم جاری ہو جانا تفلیس (Declaration of Bank Ruptcy) کہلاتا ہے۔(55)

اس تفصیل کی روشنی میں مفلس وہ شخص ہوا جس کے ذمہ مالی حقوق اور قرض باقی ہوں اور ہوں بھی واجب الادا لیکن ادائیگی کرنے کے لیے اس کے پاس کچھ مال بھی نہ ہو اور عدالت نے اس کے مفلس ہونے کا فیصلہ بھی صادر کیا ہو (56)

مفلس کے تصرفات

مقروض کے اموال پر جب قرض احاطہ کر لے اور قرض خواہ اپنے مالی حقوق کو تحفظ دلانے اور نزاع سے بچنے کے لیے عدالت کی طرف رجوع کرے تو مقروض کو مفلس قرار دیتے ہوئے عدالت اس کے اموال میں اس کے مالکانہ تصرفات کو اثر پذیر ہونے سے روکنے کے لیے اس پر حجر عائد کر دیتی ہے۔ چنانچہ فقہائے مذاہب اس بارے میں فرماتے ہیں:

> ((اذا ركبت الديون شخصا تستغرق امواله او تزيد على امواله ورفع الغرماء امره الى الحاكم وطلبوا منه ان يحجر عليه حتى لا يهب ماله ولا يتصدق به ولا يقربه لغريم اخرفا لقاضي يحجر عليه حتى لا تصح هبته' ولا صدقته بعد ذلك))
>
> ''جب قرض کسی شخص کے اموال کا احاطہ کر لیں اور یا اس کے اموال سے بھی بڑھ جائیں اور قرض خواہ اس کا معاملہ حاکم کے پاس لے جائیں اور اس سے مطالبہ کریں کہ وہ مقروض پر حجر لاگو کر دے تا کہ وہ اپنا مال ہبہ، صدقہ اور خیرات نہ کر دے اور یا کسی اور قرض خواہ کو نہ دے دے تو حاکم اس پر حجر عائد کرے گا تنفیذِ حجر کے بعد اس کی طرف سے ہبہ اور صدقہ کرنا درست نہ ہوگا'' (57)

تعمیل حجر کے بعد مفلس کی بنیادی ضروریات اور بیوی بچوں کے نان ونفقہ کے اخراجات کے علاوہ اس کے ان تمام مالی تصرفات پر حجر کا اطلاق ہوگا جو قرض خواہوں کے حقوق باطل ٹھہراتے ہوں مثلاً کوئی شے کسی کو ہبہ کرنا، صدقہ کرنا اور بازاری مول سے کم قیمت میں کوئی چیز فروخت کرنا۔

المختصر! مفلس کے تبرعات اور بیع وغیرہ کے تمام مالی معاملات جو قرض خواہوں کے حق میں ضرر رساں ہوں وہ اُن اموال میں معتبر تصور نہیں ہوں گے جو نفاذِ حجر کے وقت موجود ہوں تا آنکہ قرض خواہ اپنا قرض وصول کر لیں (58)

اسراف وتبذیر

اسلامی نظم معیشت میں مال و دولت کے مبذرانہ ومسرفانہ استعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اسلام نے اسراف وتبذیر کوممنوع ٹھہرا کرمسرفین کوناپسندیدہ اورمبذرین کوشیطان کا بھائی قرار دیا(59) اورفرمایا:

''کھانے پینے اور بودو باش کی ضروریات اپنی وسعت کے مطابق پوری کرواور بے جانہ اُڑاوَ (60) اور ہاتھ کو سبھی کچھ دے نہ ڈالو کہ انجام کار ملامت زدہ اور درماندہ ہوکر بیٹھ جاوٗ''(61)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((کلو او شربوا و تصدقوا والبسوا مالم یخالطه اسراف و مخیلة))

''کھاوٗ، پیو،صدقہ کرواور پہنو بشرطیکہ اس میں اسراف یاتکبر کی آمیزش نہ ہو''(62)

مال و دولت کو غیر شرعی طور پر تصرف میں لانااور جائز مصارف میں ضرورت سے بڑھ کر خرچ کرنا اضاعتِ مال ہے جسے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(63)

مسرفانہ اور مبذرانہ اخراجات کے نتیجہ میں سرمایہ ضائع ہونے لگتا ہے اور فضول خرچ لوگ بہت جلد قلاش اور تہی دست ہوکر معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ثروت مند لوگوں کے خلاف سماج کے غریب طبقوں کے دلوں میں بغض وحسد اور نفرت کے جذبات جنم لیتے ہیں جو سوسائٹی میں بگاڑ پیدا کرنے کے مترادف اور ایک مکروہ عمل ہے (64) لہذا علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شرعی اور عقلی تقاضوں کو پورا کیے بغیر دولت و ثروت اسراف وتبذیر کے نذر کرنا سفاہت وحماقت ہے جو موجب حجر ہے۔(65)

دولت وثروت کے مسرفانہ استعمال کے محرکات

دولت وثروت اور سرمایہ کے فضول اور بے مصرف استعمال ہونے کے کئی محرکات ہیں جن میں سے بعض پر ذیل میں اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

① نام ونمود واظہارِ ثروت

اظہارِ ثروت کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے کہ انسان اپنی اچھائی اور بڑھائی ظاہر کر کے لوگوں میں اپنی نسبت حسن ظن پیدا کرے اور خود کو بڑا کر کے دکھائے، غرور بھی اسی شوق کا جذبہ ہے، کیونکہ اس کا منشا بھی اپنے نفس کی بڑائی اور دکھاوے کے سوا کچھ نہیں۔ ریاکار دولت و ثروت کو نعمتِ خداوندی جان کر خالصتاً لوجہ اللہ اور شکر گزاری کے جذبہ سے خرچ نہیں کرتا بلکہ اس کو یہ دینوی غرض مطلوب ہوتی ہے کہ انفاق کے نتیجہ میں اس کی عظمت اور کبریائی لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے اور اسے اترانے اور فخر وغرور کا مظاہرہ کرنے کا موقع میسر آ جائے، چنانچہ وہ ایسی جگہوں میں خرچ کر کے اظہارِ ثروت کرنے کی فکر میں لگا رہے گا جہاں لوگ اس کی تعریف کریں، اسے بڑا سخی اور فیاض کہیں خواہ ان مواقع پر دولت خرچ کرنا نقصان دہ کیوں نہ ہو، جیسے سیاہ کار وخطا کار اور فتنہ پرور لوگوں کی مدد کرنا۔ وہ تو ایک سوداگر ہوتا ہے جو دولت کے ذریعہ لوگوں سے اپنی تعظیم کرانے کا سودا کرتا ہے، لہذا اسلامی اقتصادی تعلیمات کی روشنی میں اس نوع کے اخراجات کو کوئی جگہ حاصل نہیں اور قوت نافذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ وسیع اجتماعی مفاد میں ان پر قانونِ حجر کی عمل داری قائم کرے (66)۔

② تنعم وعیش کوشی

زندگی کو خوشگوار اور آسودہ بنانے اور ذوقِ جمال کی تسکین کے لیے مال ودولت کو استعمال میں لانا از روئے شریعت اس حد تک درست ہے کہ اعتدال سے تجاوز نہ ہونے پائے اور جو فائدہ مطلوب ہو اس کے لیے اتنا مال خرچ ہو جتنا اس کے لیے اکتفا کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ضابطۂ حیات میں اس بات کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی کہ انسان عیش وآرام اور اس کی خاطر کسب مال کو عملاً زندگی کا مقصد بنائے۔

مال ودولت کی فراوانی بعض اوقات انسان کو اخراجات کے سلسلے میں اقتصاد اور میانہ روی اختیار کرنے سے غافل بنا دیتی ہے اور دُنیا کی محبت اور اس کی لذات میں منہمک ہونا اسے بلندتر مقاصد سے لاپروا کر دیتا ہے جس کا نتیجہ قوموں کی تباہی کی صورت میں سامنے آنے لگتا ہے (68)۔

اسلام میں جو چیز ممنوع ہے وہ دولت کی محبت اور انہماک فی الدنیا ہے جو انسانوں کو زندگی کے اصل

نصب العین سے پھیر دیتا ہے (69)۔ رسول اللہ ﷺ نے دُنیاوی لذات سے لطف اندوزی میں انہماک اور مبالغہ کی حد تک استراحت وتن آسانی کے حصول کو ناپسند فرمایا۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو گورنر بنا کر یمن کی طرف روانہ کرتے وقت آپ ﷺ نے ازراہِ نصیحت ان سے یہ کہا: ((ایّاک والتنعّم فان عباد اللّٰه لیسوا بالمتنعمین))

''آگاہ رہو! خوش عیشی اور عیش کوشی سے اجتناب کرو کیوں کہ اللہ کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے ہیں''۔(70)

بامقصد زندگی کا تقاضا ہے کہ ضرورتوں کو زیب وزینت، تن آسانی او آسائش پر ترجیح دی جائے۔ بنیادی ضرورتوں اور مفاداتِ عامہ کو نظر انداز کر کے عیش وعشرت اور جمال آفرینی سے متعلق امور پر دولت وثروت خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے۔ خصوصاً ان حالات میں جب ایک طرف مال ودولت کی کثرت اور ریل پیل ہو اور لوگ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی میں عقلی تقاضوں کے خلاف عیش وآرام میں ڈوبی ہوئی زندگی گزارنے کے عادی بن رہے ہوں اور دوسری طرف سماج میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہوں جو زندگی کی لازمی اور بنیادی ضروریات کی تکمیل سے یا تو عاجز ہوں یا بصد مشکل انہیں پورا کرتے ہوں اور ریاست کے اجتماعی اداروں کو بہتر سہولیات کی فراہمی اور عامۃ الناس کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے زرِ کثیر درکار ہو جس کا قومی اور ملکی خزانہ متحمل نہ ہو۔ ان حالات میں الٰہی نظام اسلامی ریاست کے کارندوں کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ ثروت مند لوگوں کو عیش وآرام کی آخری حد تک جانے کے لیے ہر سہولت کی فراہمی اور جمال وآرائش اور زیب وزینت سے متعلق ہر ممکن سامان کو حاصل کرنے کی کوشش سے باز رکھیں اور اصحابِ ثروت کی طرف سے سہولت وتن آسانی کی زندگی بسر کرنے کے لیے سرمایہ کو پانی کی طرح بہانے پر روک لگا دیں تاکہ عیش کوشی اور لذت اندوزی کی نذر ہونے والی دولت سماجی ضروریات پر خرچ ہو (71)۔

③ کھیل کود اور تفریحی مشاغل

وہ کھیل کود اور تفریحی مشاغل جن سے جسمانی ورزش، تنومندی، بدنی وذہنی چستی اور قلبی نشاط وسرور حاصل ہوتا ہو اور احکام شرعیہ ضروریہ سے باز رکھنے کا باعث اور کسی مصیبت کا سبب نہ بنتے ہوں اور ان میں قمار کی کوئی

شکل اور نہ دولت کے مسرفانہ استعمال کی کوئی صورت ہو شرعی حوالے سے نہ صرف جائز بلکہ زیادہ پسندیدہ بھی ہیں۔ جیسے ڈور، گھوڑ دوڑ، کشتی، تیراکی، مکا بازی، کبڈی، چھلانگیں لگانا، وزن اٹھانا، رسی کودنا اور تیر اندازی کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کئی کھیلوں میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ ان میں شرکت کرنے کی ترغیب بھی دلائی۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کو دیکھا جو باہم تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لیے کوشاں تھے آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا:

((ارموا بنی اسماعیل فان اباکم کان رامیا ، ارموا وانا مع بنی فلان، قال: فامسک احد الفریقین بایدیھم، فقال رسول اللّٰه مالکم لا ترمون ؟ قالوا: کیف نرمَی وانت معھم ؟ فقال النبی ارموا فانا معکم کلکم))

''اسماعیل علیہ السلام کی اولاد! تیر اندازی کرو تمہارے باپ (اسماعیل) تیر انداز تھے اور میں اس گرّوہ کی طرف سے ہوتا ہوں۔ یہ سن کر دوسرے گروہ نے ہاتھ روک لیے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیوں تیر نہیں چلاتے انہوں نے کہا: کیوں کر چلائیں آپ ﷺ تو دوسرے فریق کے ساتھ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا! میں دونوں کے ساتھ ہوں تیر چلاؤ'' (72)

لیکن جب ایک طرف معاشرے کے بہت سارے افراد ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کو ترس رہے ہوں اور دوسری طرف دولت مند افراد اور طبقہ امرا کھیل کود، لہو ولعب اور تفریحی مشاغل پر بے دریغ خرچ کرتے چلے جائیں اور یہ رجحان اتنا نمایاں ہو جائے کہ خارجی پیمانوں سے ماپا جا سکے اور یہ تاثر ملے کہ کھیل کود، لہو ولعب اور ان کے مقابلوں کا انعقاد مقصودِ حیات ہیں تو اسلامی ریاست مصالح عامہ کو تحفظ دلانے کے لیے اس شعبے کے مسرفانہ اخراجات کو قانونِ حجر کے قواعد وضوابط کے تحت لانے کی غرض سے اقدامات کرے گی (73)۔

ضرر

ضرر کہتے ہیں تکلیف، ناپسندیدگی اور نقصان کو جو جان و مال میں واقع ہو (74) بنیادی طور پر ضرر دو طرح کا ہے، ایک ضرر عام اور دوسرا ضرر خاص۔

ضررِ عام: ایسے فعل کا نام ضرر عام ہے جس سے عام اشخاص کو یا ان لوگوں کو جو قرب و جوار میں دخل رکھتے ہوں یا کسی زمین میں رہتے ہوں کوئی ذہنی، جسمانی اور مالی نقصان پہنچے (75)۔

ضررِ خاص: تکلیف اور نقصان اگر چند مخصوص افراد تک محدود ہو تو ضررِ خاص کہلاتا ہے (76)۔

ضرر کا شرعی حکم

شریعت میں ضرر کی تمام قسمیں حرام اور ممنوع ہیں، البتہ کہیں کسی دلیل کی بناء پر اگر علّت اٹھ گئی ہو۔ تو وہ استثنائی صورت اس سے الگ ہوگی۔ ضرر جس قدر شدید ہوگا اتنا ہی اس کا حکم ممانعت بھی زیادہ سخت ہوگا۔

قرآنی حکم ہے کہ ماں اگر بچے کو دودھ پلانے کے لیے راضی نہ ہو تو اس پر جبر نہ کیا جائے اور نہ باپ سے اس کی استطاعت سے زیادہ نفقہ مانگا جائے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّه بِوَلَدِه﴾(77)

"نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے"۔

احادیث نبویہ میں بھی ضرر کے ممنوع ہونے پر واضح احکام موجود ہیں۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((ان رسول اللّٰہ قضی ان لا ضرر ولا ضرار)) رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ کسی کو نہ تو ابتداء نقصان پہنچایا جائے اور نہ بدلے میں (78)۔

ضرر کی اہمیت کے پیش نظر فقہائے اسلام نے اس کی طرف خاص توجہات مبذول کیں اور ضرر سے پیدا ہونے والے مسائل اور ان کے اثرات کا حل تلاش کرنے میں سعی بلیغ صرف فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاملات کے قیام اور وسعت میں ضرر کا لاحق ہونا لازمی امر ہے جس کے باعث اس کا ازالہ کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے قرآن وسنت کی ہدایات کی مدد سے ایسے قواعد وضع کیے ہیں جو ضرر کی علامات اور اہم نشانیوں کی وضاحت کرتے ہیں اور ضرر رساں تصرفات کے سدِ باب اور تدارک کی جانب راہنمائی بھی، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ((الضرر یزال)) "ضرر کا ازالہ کیا جائے گا" (79)۔

اس قاعدہ کی مدد سے فقہاء نے کثیر فقہی وقیاسی مسائل کے حل کی بنیاد رکھی اور بہت سے مسائل کا استنباط بھی کیا(80)

امام ابواسحاق شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مقتضائے شرع کے برخلاف ضرر انسانی جانوں، عقلوں، نسلوں اور مالوں کو غیر محفوظ بناتا ہے جس کو دُور کرنا ممکن حد تک لازم ہوگا۔(81)

شریعتِ اسلامیہ اس بات کی روادار ہے کہ جن افعال وتصرفات کا صدور دوسروں کے لیے نقصان دہ اور مفادِ عامہ کے حق میں ضرر رساں ہو اس پر قانون حجر نافذ کیا جائے گا شرح المجلہ میں ہے:

((یحجر علی بعض الاشخاص الذین تکون مضرتھم للعموم کالطبیب الجاھل والمفتی الماجن والمکاری المفلس اِن کان من ھولاءِ مضر بالعامه))

''ان بعض لوگوں پر قانون حجر لاگو ہوگا جن کے افعال وتصرفات سے عام نقصان پہنچتا ہو جیسے اناڑی طبیب، جاہل مفتی اور مکار مفلس کیونکہ ان میں سے ہر ایک مفادِ عام کا نقصان کرنے والا ہے''۔(82)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بعض ہنرمندوں کے پیشوں کے حسن قیام، ان کے مصالح کی رعایت اور ملاوٹ کا سد باب کرنے کے لیے اگر داروغہ مقرر ہے تو محکمۂ احتساب کا عملہ ایسے لوگوں کے مالکانہ تصرفات کی کڑی نگرانی کیوں نہیں کرتا جو انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر مضرت رساں ثابت ہو رہے ہوں''۔(83)

ضررِ عام: مثالیں

فقہاء نے ضرر عام کی کثیر مثالیں بیان کیں جن کو پیش کرنے کی گنجائش نہیں؛ طوالت سے بچنے اور مدعا کو واضح کرنے کے لیے یہاں صرف اتلاف اور احتکار کی دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اتلافِ مال: اسلام اگرچہ حق ملکیت تسلیم کرتا ہے مگر وہ اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ کسی کے

مالکانہ تصرفات کے نتیجے میں افراد یا بحیثیت مجموعی پورے معاشرے کو نقصان پہنچے، چنانچہ اس نے مفید اور کارآمد اشیاء تباہ کرنے کو انسانیت کی حق تلفی اور معاشرے پر ظلم کرنے کے مترادف قرار دیا اور اتلافِ مال کو اسلامی نظریۂ ملکیت کے منافی اور منشاءِ الٰہی کے خلاف ٹھہراتے ہوئے سختی سے منع کیا۔(84)

ذخیرہ اندوزی: اسلام نے ملکیت سے انتفاع کا حق بھی تسلیم کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اکتسابِ مال کے ناجائز ذرائع کو اختیار کرنے سے روکا اور دولت کے ان تمام وسائل کو مسدود کر دیا جن سے جھگڑے اور فساد کو راہ ملتی ہے۔ احتکار یا ذخیرہ اندوزی نام ہے، اشیاء ضرورت روکے رکھنے اور بازار میں اس کی قلت پیدا کرنے کا، جس کے نتیجے میں مہنگائی بڑھ جاتی ہے۔ صارفین پر بوجھ پڑتا ہے اور ان کا گزر بسر مشکل ہو جاتا ہے جو دراصل ظلم و زیادتی ہے۔ کچھ خود غرض اور انسان دُشمن لوگ بعض ضروری چیزوں کو اس خیال سے ذخیرہ کر لیتے ہیں کہ جب بازار میں ان کی کمی واقع ہوگی اور مانگ میں اضافہ ہو جائے گا تو پھر من مانے دام پر فروخت کر کے ضرورت مند کی دولت سے دامن ہوس بھرتے رہیں گے۔ آپ ﷺ نے اس ناروا کام سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ((**لا يحتكر الا خاطئ**)) ''مہنگائی کے انتظار میں ضروری اشیاء ذخیرہ کرنے والا خطاء کار ہے''۔(85)

خلافتِ راشدہ میں بازاروں کی نگرانی باقاعدگی کے ساتھ کی جاتی تھی کہ کوئی ذخیرہ اندوزی کر کے بازار گراں نہ کرے۔(86)

فقہاء نے لکھا ہے کہ:

> ''تاجروں کی ذخیرہ اندوزی کے نتیجے میں عام لوگ اگر معاشی تنگی میں مبتلا ہوں تو اربابِ اختیار ایسے تاجروں کا ذخیرہ جبراً بازار میں لائے اور ان کے من مانے نرخ کے خلاف فروخت کرے''۔

ابن نجیم قاعدہ ((**يتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام**)) کے تحت لکھتے ہیں:

> ((**ومنها بيع طعام المحتكر جبراً عليه عند الحاجة وامتناعه من البيع دفعاً للضرر العام**))

''اور ضرر عام سے بچانے کے لیے ضرورت کے وقت تاجر کے ذخیرہ کو زبردستی فروخت

کرنا اور اسے بازاری مول کے خلاف لین دین کے معاملات سے روکنا مسائل حجر میں شامل ہے''۔(87)

ضرر خاص؛ مثالیں

ضرر کی تمام صورتوں کی حرمت وممانعت کے ثبوت اور بمقابلہ ضرر خاص ضرر عام کی اہمیت کی وضاحت کے بعد مناسب ہوگا کہ مثالوں کی مدد سے ضرر خاص کی حیثیت کا تعین کیا جائے۔فقہاء فرماتے ہیں کہ:

> ''کسی شخص کی طرف سے مالکانہ حقوق کے استعمال کے نتیجے میں اگر ایک یا چند افراد کو نقصان پہنچ رہا ہو اور ترکِ استعمال کی صورت میں اس کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہو رہا ہو اور یا مضرت منفعت کے مقابلے میں زیادہ شدید ہو تو **دفع الضرر اولی من جلب المنفعت** کے تحت اس عمل کو روکا جائے مثلاً مالک کو اس بات کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ پڑوسی کے مکان سے متصل اپنی زمین کی حدود میں ایسی جگہ کنواں کھودے جس سے پڑوسی کے مکان کو خطرہ لاحق ہو اور نہ کھودنے کی صورت میں کوئی خاطر خواہ نقصان اس کو نہ پہنچ رہا ہو''(88)۔

اس طرح کوئی اپنی زمین کی آخری حد پر اس جگہ سایہ دار درخت نہیں لگا سکتا جو پڑوسی کی زرخیز زمین سے ملتی ہو اور درخت کا سایہ پڑنے کی وجہ سے فصل کی پیداوار میں کمی واقع ہو رہی ہو اور نہ کوئی شخص اپنی ملکیت کی حدود میں ایسی جگہ دیوار کھڑی کر سکتا ہے جو اس کے پڑوسی کو اس کے املاک میں مفید تصرف کرنے کے لیے آمدورفت سے روکے اور اس کی طرف آنے والی صاف ہوا اور روشنی کے راستوں کو مسدود کر دے(89)۔

حاصل بحث

مرقومہ بالا تفاصیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ کاروبار حیات کی روانی اور معیشت کی استواری کے لیے دولت و ثروت کا ہونا لازمی امر ہے۔اس کے بغیر دُنیاوی اور اخروی منافع کے حصول اور مضرتوں کا ازالہ کرنا ممکن نہیں ہوتا

،اطمینان قلب اور آسودگیٔ خاطر میں اس کو خاص دخل ہے، سامانِ معیشت فراہم نہ رہے تو نفس پریشان رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ (جو خزائن ارض وسما کا حقیقی مالک ہے) نے مال دولت کو فضل و خیر سے تعبیر کیا اور رسول اللہ ﷺ نے صالح مال کو متاع عزیز گردانا۔

جناب باری تعالیٰ نے حضرت انسان کو عمدہ شکل وصورت، عزت وشوکت والا اور بے شمار ذہنی وجسمانی صلاحیتوں کا مالک بنا کر پیدا فرمایا اور اس ہدایت کے ساتھ اسے زمین اور وسائل پیداوار کے مالکانہ حقوق عطا کر دیے کہ وہ انہیں اپنے پاس مالک حقیقی کی امانت سمجھے اور ان کے ایسے استعمالات سے گریز کرے جو اس کے منشا کے خلاف اور انفرادی واجتماعی مفادات کے حصول کی راہ میں رکاوٹ ہوں۔

خالق باکمال کی تخلیق کا بہترین نمونہ اور مجموعۂ کمالات ہستی کو حصول ملکیت کے حق سے محروم کر دینا یا اس کی اہلیت تصرف سلب کر لینا اس کے شرف انسانیت کے خلاف ہے، تاہم انسان بھی عقل وخرد، احساس وشعور اور فہم وفراست کے لحاظ سے باہم متفاوت ہیں، بعض تو ان میں اعلیٰ درجہ ذہنی اور بدنی صلاحیتوں کے مالک اور بعض ایسے ہیں کہ ان کی عقلیں خراب، رائے فاسد اور تدابیر بگڑی ہوئی ہیں اور کرامت آدمیت کے باوصف اس قابل نہیں ہیں کہ مالکانہ تصرف کے سلسلے میں ان کو آزاد چھوڑا جائے اور مفید وغیر مفید مصرف کی تمیز اور ظرف واحوال کی پہچان کیے بغیر جا و بے جا، موقع و بے موقع خرچ کر کے دولت وثروت کو فنا کر دیں اور مفلس بن کر عزیز و اقارب اور حکومت کے لیے وبال بن جائیں یا ان کی طرف سے مال املاک میں مداخلت کرنے کا نتیجہ خاص و عام کے ضرر رساں ثابت ہو۔ اسی تناظر میں فقہائے اسلام صغر وجنوں کو بالاتفاق عوارض اہلیت اور موجبات حجر قرار دیتے ہوئے صغیر وجنون کے مالی تصرفات پر حجر عائد کر دیتے ہیں۔ اور جمہور فقہائے مذاہب حماقت، غفلت، مرض، افلاس، تبذیر اور ضرر عام و خاص کو اسباب حجر تسلیم کرتے ہیں اور سفیہ، مغفل، مریض مبتلائے مرض الموت، مفلس، مسرف مبذر اور مضر کے ایسے تمام مالی امور ومعاملات اور مالکانہ حقوق کے استعمالات کو قانون حجر کے قواعد وضوابط کے تحت لانے کا فیصلہ صادر کرتے ہیں جو خود ان کے ذاتی اور آخر کار اجتماعی مفادات کے لیے نقصان دہ ثابت ہوں۔

حواشی وحوالہ جات

(1) آل عمران:129,109۔

المنافقون:7

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو مال و دولت اور ذرائع پیداوار کی ملکیت عطاء ہونے کا مقصد یہی ہے کہ وہ اصل مالک اللہ تعالیٰ کو سمجھے اور مال کو قبضہ میں رکھنے کے باعث خود کو امین تصور کرے اور مالی استعمالات کے سلسلے میں مالک حقیقی کے منشا کا حصول ہر وقت اس کے پیش نظر رہے۔ حکم خداوندی ہے:

﴿﴾ ''اور جس مال میں اس نے تم کو (اپنا) نائب بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ الحدید:7

(3) البقرۃ:272,215

(4) البقرۃ:198

آل عمران:180

النساء:76,54

الاسراء:12

النور:32

الجمعۃ:10

(5) الخطیب التبریزی، ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، نور محمد اصح المطابع وکارخانہ کتب دہلی، 1350ھ 1930م؛ کتاب الامارہ، باب رزق الولاۃ وھدایاھم، حدیث نمبر 1 ،358،ص326 و کتاب الرقاق، باب استحباب المال والعمر للطاعۃ، حدیث نمبر 5058،ص:451

(6) ابوعبداللہ محمد بن الحسین الرازی، مفاتیح الغیب الشھیر، بتفسیر الکبیر، بیروت، لبنان، 1411ھ، 1990م، ص:115/7و189/9

(7) زنگی پوری: محمد رضی، السید، اسلام کا معاشی نظام، شعبہ نشر حقائق و معارف جامعہ جواد بنارس، الجواد بک ڈپو بنارس (ہندوستان) 1372ھ، ص:223، وفخر الدین الرازی، م۔ن

(8) قرآن حکیم میں ہے ﴿**لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**﴾ ''ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا

(9) ارشاد ہوا ''ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اوران کو جنگل اور دریا میں سواری دی۔ دیکھئے: الاسراء:70

(10) سورۃ النسآء:5

(11) ابن کثیر: ابوالفدا اسماعیل بن عمر کثیر، تفسیر القرآن العظیم، نور محمد اصح المطابق وکارخانہ کتب آرام باغ، کراچی، 1984ء، ص:3/343؛ محمد رشید رضا، تفسیر القرآن الحکیم الشہیر بتفسیر المنار، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثانیۃ، 1393ھ 1973م۔ ص:4/380

(12) فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ. فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ﴾ ''اور نابالغ بچوں کی آزمائش کرتے رہو حتیٰ کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر ان میں اہلیت معلوم کر لو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ النسآء:6

(13) سلیم رستم الباز، شرح المجلہ، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، 1305ھ، ص:538

(14) الترمذی: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، مطبع المجتبائی دہلی، 1343، کتاب البیوع، باب ماجآء فیمن یخدع فی البیع، حدیث نمبر 1258، ص:1/150

(15) ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، دار الکتب العربیۃ للطباعۃ والنشر، بیروت۔ لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، 1387ھ 1967م، ص:3/386

(16) البیہقی: ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی، السنن الکبریٰ، دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، 1424ھ، کتاب التفلیس، باب الحجر علی المفلس وبیع مالہ فی دیونہ، حدیث نمبر 11261، ص:6/80

(17) مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم (مترجم عزیز الرحمٰن) مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور، 2001ء، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث، حدیث نمبر 4209، ص:9/595؛ وابوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی، السنن (مترجم وحید الزمان) نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور، 1987ء، کتاب الوصیاء باب ماجآء فیما لا یجوز للموصی فی مالہ، حدیث نمبر 1091، ص:2/456-455

(18) دیکھئے! ابن ابی شیبہ: ابو بکر محمد بن ابی شیبہ، المصنف لابن ابی شیبۃ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراتشی، 1406ھ 19086م کتاب البیوع ولا قضیہ، باب من کرہ الحجر علی الحرومن رخص فیہ، حدیث نمبر 1111، ص:6/291

(19) محمد بن علی الشوکانی، نیل الاوطار، شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر 1390ھ

ص:1/115-116

(20) الجرجانی: السید الشریف علی بن محمد بن علی السید الذین، التعریفان، دار المنار للطباعۃ والنشر 1405ھ، ص:59؛ محمد بن محمد البخاری الکاکی، معراج الدرایہ شرح الھدایۃ، مطبع العلیمی دہلی 1358ھ، ص:3/336، وسعدی ابوحبیب، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحاً، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراتشی، 1397، 1977م، ص:78-77

(21) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ﴾ ''اور قرض لینے والا اگر بےعقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے۔ البقرۃ:282

(22) الزیلعی: ابومحمد عثمان بن علی محجن، فخر الدین، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان، 1993ء، ص:4/196، ومحمد قدری باشا، مرشد الحیران الی معرفۃ احوال الانسان فی المعاملات الشرعیۃ علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان، المطبعۃ الکبری المیریۃ، بولاق مصر، 1980م، ص:44

(23) عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، داراحیاء التراث العربی للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، 1406ھ 1986ء

(24) الزیلعی، م۔ن، ص:5/191؛ ومحمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی، کتاب المبسوط شرح الکافی، مطبع السعادہ، مصر، 1324، ص:24/163؛ نیز دیکھئے! الرازی، م۔ن، ص:8/115؛ والزحیلی: محمد وھبہ، التفسیر المنیر، دار الفکر للطباعۃ والنشر، دمشق، الطبعۃ الاولیٰ، 1402ھ، ص:4/248-249؛ والندوی: علی احمد، القواعد الفقھیۃ، دار القلم دمشق، الطبعۃ الاولیٰ، 1406ھ، 1986م، ص:254

(25) ملاحظہ فرمائیے: علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ، 1410ھ 1990م، ص:7/169

(26) سعدی ابوحبیب، القاموس الفقھی، ص:212؛ وقلعہ جی: محمد رواس وقنیبی: حامد صادق، معجم لغۃ الفقہاء، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراتشی، 1358ھ، ص:274

(27) ایضاً

(28) زیلعی، م۔ن، ص:5/199؛ والدردیر: ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد، الشرح الصغیر علی اقرب المسالک الی مذہب الامام مالک، دار المعارف القاہرہ، ت۔ن، ص:3/384، ولجنۃ مولفہ من العلماء والفقہاء مجلۃ الاحکام

العدلیہ، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ، کراچی، ت۔ن، م943، ص:184

(29) ایضاً

(30) ایضاً

(31) الزرقا: مصطفیٰ احمد، الفقہ الاسلامی فی ثوابہ الجدید؛ المدخل الفقہی العام، مطبعہ جامعہ دمشق، 1883ھ 1963م، ص:2/762-763؛ والشیخ العمید: عبدالفتاح الحسینی، الاکراہ واثر فی الاحکام الشرعیہ، دارالفکر للطباعۃ والنشر دمشق، الطبعۃ الاولیٰ، 1399ھ 1979م، ص:13

(32) لجنۃ مولفۃ من العلماء والفقہاء المجلد، م967، ص:187؛ والزحیلی: محمد وھبہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالفکر للطباعۃ والنشر دمشق الطبعۃ الثانیہ، 1405ھ، ص:5/418

(33) سلیم رستم الباز، شرح المجلہ، ص:541، والزحیلی، م۔ن، ص:5/418-419

(34) لجنۃ مولفۃ من العلماء والفقہاء المجلد، م957، ص:187؛ ووزارہ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ الکویت، الموسوعۃ الفقہیۃ، الطبعۃ الثانیۃ: 1406ھ 1986م، ص:17/87

(35) الترکی: علی حیدر، دررالحکام شرح مجلۃ الاحکام، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ت۔ن ص:9/604؛ والسرخسی، م۔ن، ص:24/157؛ وابن رشد (الحفید): ابوالولید محمد بن القرطبی، بدایۃ المجتہد ونھایۃ المقتصد، مطبع مصطفیٰ البابی، مصر، 1339ھ، ص:2/257؛ والسنھوری: عبدالرزاق، الوسیط فی شرح القانون المدنی الجدید، مکتبۃ التحقیق بداراحیاء التراث العربی، موسسۃ التاریخ العربی بیروت، لبنان، ت۔ن 2/153

(36) قلعہ جی وقنیبی، معجم لغۃ الفقہاء، ص:100

(37) الجزیری: عبدالرحمٰن، کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ، ص:2/350؛ والزرقا: المدخل الفقہی العام، ص:2/778

(38) دیکھئے! سعدی ابوحبیب، م۔ن، ص:148؛ وابن عابدین: علاء الدین محمد امین، الردالمختار علی الدرالمختار شرح تنویر الابصار، ایم ایچ سعید، ادب غزل پاکستان چوک کراچی، ت۔ن، ص:5/95؛ وابن رشد (الحفید) م۔ن، ص:2/212؛ والشیرازی: ابراہیم بن علی بن یوسف، ابواسحاق، المھذب فی فقہ الامام الشافعی، دارالقلم دمشق، 1998م، ص:1/331؛ وابن قدامہ: موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد، المغنی فی شرح الخرقی فی فقہ الامام احمد بن حنبل، دارالفکر للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، 1404ھ 1983م، ص:4/516-517

(39) الزرقا: المدخل الفقہی العام، ص:2/787-790

(40) م۔ن،ص:2/794-795؛ وتنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر جسٹس، قانونی لغت، مکتبہ خیابانِ ادب چیمبرلین روڈ، لاہور، 1983ء، ص:348

(48) The Federal Sharia Court Jurisdiction, Federal Sharia Court, Islamabad, P:36; and Raja Akbar Khan, The Majority Act 1978, All Pakistan Legal Decision, Erfan Books, Urdu Bazar, Lahore, 1990-P:158.

(41) الجرجانی، التعریفات، ص:58؛ وسعدی ابوحبیب، م۔ن، 69-70؛ والشربینی الخطیب: محمد الشربینی، المغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، دار احیاء التراث، العربی، بیروت، لبنان، 1352ھ 1993م، ص:2/164-165؛ نیز ملاحظہ ہو! تنزیل الرحمٰن، قانونی لغت، ص:332

(42) وزارہ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، الموسوعۃ الفقھیۃ، ص:17/92-93؛ وابن نجیم: زین العابدین بن ابراہیم بن بکر، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، المکتبۃ الماجدیۃ، کوئٹہ، ت۔ن، ص:3/83

(43) قلعہ جی وقنیبی، معجز لغۃ الفقہاء، ص:247؛ وتنزیل الرحمٰن، م۔ن، ص:304

(44) عبد القادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا لقانون الوضعی، موسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ السادسۃ، 1405ھ، 1985م، ص:1/408؛ وابن نجیم، الأشباہ والنظائر، موسسۃ الحلبی وشرکاہ للنشر والتوزیع بالقاہرہ، 13897ھ، ص:218-217؛ ومقتدرہ قومی زبان، قانونِ معاہدہ (مترجم اُردو) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1996ء ایکٹ نمبر 9، ص:28

(45) دیکھئے! سعدی ابوحبیب، القاموس الفقھی، ص:172؛ والکاسانی، م۔ن، ص:3/393؛ والشیرازی، المہذب ص:1/232؛ وابن قدامیہ؛ المغنی، ص:4/567؛ والحر العاقلی، م۔ن:6/591

(46) سعدی ابوحبیب، م۔ن، ص:174؛ والجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، ص:2/368

(47) ملاحظہ کیجئے! المرغینانی: برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی، الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، مطبع العلیمی دہلی، 1358ھ؛ والطّوری: محمد بن حسین بن علی، تکملہ البحر الرائق، مطبع رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ، ت۔ن 8/146؛ ولجنۃ المولفۃ من العلماء ولفقہاء، مجلۃ الاحکام العدلیۃ، م 992-991، ص:191؛ ولجزیری، م۔ن:2/368

(48) دیکھئے! الجزیری، م۔ن 2:، ص:368-369

(49) الحصکفی، علاء الدین محمد علی بن محمد، الدر المختار شرح تنویر الأبصار، قانونی کتب خانہ، کچہری روڈ، لاہور، ت۔ن،

ص:4/93؛ والدردیر، م۔ن، ص:3/393

(50) قلعہ جی وقنیبی، م۔ن، ص:422

(51) سعدی ابوحبیب، م۔ن، 343؛ والدسوقی، شمس الدین محمد عرفہ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، داراحیاء الکتب العربیۃ، عیسیٰ البابی الحلبی مصر، ت۔ن، ص:3/306

(52) عرفانی: عبدالمالک، اسلامی نظریہ ضرورت، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص:81

(53) المرغینانی، م۔ن، ص:3/226؛ والدسوقی، م۔ن، ص:3/306، والبھوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع عن متن الاقناع، ادارہ مطبعۃ الحکومۃ بمکۃ، 4931ھ، ص:2/404؛ والطباطبائی: ایۃ اللہ المحق السید الطباطبائی، ریاض المسائل فی بیان الأحکام بدلائل، مطبعۃ الشہید، قم، ایران، 1404ھ، ص:591۔

(54) وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ الکویت، م۔ن، ص:5/300، وقلعہ وقنیبی، م۔ن، ص:81

(55) ابن الہمام: کمال الدین محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر شرح الہدایہ، المکتبۃ الرشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ، ت۔ن، ص:7/227؛ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ص:5/455؛ وابن رشد (الحفید)، م۔ن ص:5/245؛ والمجلس الأعلی لشؤن الاسلامیہ مصر، موسوعۃ الفقہ الاسلامی، وزارہ الاوقاف مصر القاہرۃ، ت۔ن، ص:20/21؛ والمحقق الحلی؛ ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن الحسن، شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام فی الفقہ الاسلامی الجعفری، مکتبہ اسلامیہ تہران، 1380، ص:1/2001، وتنزیل الرحمٰن، م۔ن، ص:245

(56) ملاحظہ فرمایئے! ابن الہمام، م۔ن، ص:7/228؛ والشربینی الخطیب، المغنی المحتاج، ص:2/146؛ والدردیر، الشرح الکبیر، ص:2/261؛ وابن قدامہ، المغنی، ص:4/456؛ والمحقق الحلی، م۔ن، 1/201

(57) المرغینانی، م۔ن، ص:3/343؛ ولجنۃ مولفۃ من العلماء والفقہاء مجلۃ الاحکام العدلیۃ، م 998، ص:192؛ والدردیر، الشرح الصغیر، ص:2/138-140؛ وابن فرحون: برہان الدین ابراہیم بن علی، تبصرۃ الحکام فی اصول الأقضیۃ ومناہج الاحکام، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، 1378ھ، ص:2/130-131؛ والنووی: ابوذکریا محی الدین یحیٰی بن شرف، المجموع شرح المہذب، دارالفکر، بیروت، لبنان، ت۔ن، ص:10/278؛ وابن قدامہ، م۔ن، ص:4/488-489؛ واحمد بن یحیٰی المرتضی، کتاب البحر الزخار الجامع لمذاھب علماء الامصار، موسسۃ الرسالۃ بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، 1366ھ، 1947ء، ص:5/90-91

(58) قاضی خان: فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانی، فتاویٰ الھندیہ، مطبع منشی نول کشور لکھنو 1291ھ

ص:1314/3؛ نیز دیکھئے! السنہوری: عبد الرزاق، مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی، دراسۃ مقارنۃ بالفقہ العربی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1997ء، م،ص:77/5؛ والدردیر، م۔ن،ص:2/138-140؛ وابن رشد، م۔ن،ص:245/2؛ ومحمد بن عبد الرحمٰن الشافعی، رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمۃ، مکتبۃ امدادیہ ملتان، 1986، ص:152 : والشربنی الخطیب، م۔ن، ص:2/148-149؛ وابن قدامہ، المغنی، ص:4/488-489، واحمد بن یحیٰی المرتضٰی، م۔ن، ص:90-92، والمحقق الحلی، م۔ن، ص:1/200-202

(59) ارشاد ہوا ﴿ ﴾ ''کھاؤ پیو اور بے جا نہ اُڑاؤ کہ خدا بے جا اُڑانے والوں کو درست نہیں رکھتا''۔ الاعراف:31؛ والانعام:141؛ نیز فرمایا ﴿ ﴾ فضول خرچ کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں۔ الاسراء:27

(60) ملاحظہ فرمایئے! الاسراء:27

(61) ارشادِ ربانی ہے ﴿ ﴾ اور نہ (ہاتھ) بالکل کھول ہی دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو کہ) ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔ الاسراء:29

(62) ابن ماجہ: ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، السنن (مترجم، ترجمہ اُردو وحید الزمان مولانا) اسلامی اکادمی، اُردو بازار، لاہور، 1990ء، کتاب الاطعمہ، باب من الاسراف ان تاکل کل ما اشھیت، حدیث نمبر 3355، ص:2/240؛ وکتاب اللباس، باب البس ماشئت ما اخطاک سرف اومخیلہ، حدیث نمبر 3605، ص:2/257

(63) البخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل الجعفی، الجامع الصحیح، دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی، 1989ء، کتاب الرقاق، باب ما یکرہ من قیل وقال: حدیث نمبر 1393، ص:3/594؛ ومسلم، صحیح مسلم، م۔ن، کتاب الأضیۃ، باب النہی عن کثرۃ المسائل من غیر حاجۃ، حدیث نمبر 4481، ص:2/696

(64) دیکھئے: ندوی: سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اُردو بازار، لاہور، 1998ء، ص:6/78،377

(65) ملاحظہ کیجئے! وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ الکویت، م۔ن، ص:4/194

(66) ندوی، سید سلیمان، م۔ن، ص:6/371-372؛ محمد رشید رضا، م۔ن، ص:4/194

(67) دیکھئے! محمد نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریۂ ملکیت، اسلامک پبلی کیشنز، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، 1973ء، ص:1/222-223

(68) القصص:58

(69) حیدر زمان صدیقی، اسلام کا معاشیاتی نظام، کتاب منزل لاہور، 1949ء، ص:158

(70) الخطیب التبریزی: ولی الدین محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، نور محمد اصح المطابع وکارخانہ کتب دہلی، 1350ھ، 1930م، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، حدیث نمبر 5030، ص:449

(71) محمد نجات اللہ صدیقی، م۔ن، ص:1/222

(72) البخاری، محمد بن اسماعیل، م۔ن، کتاب الجہاد والسیر، باب التحریض علی الرمی ....حدیث نمبر 160، ص:2/101-102

(73) ملاحظہ فرمایئے: محمد نجات اللہ صدیقی، م۔ن، ص:1/222-224، وحیـ ان صدیقی، م۔ن، ص وندوی: مجیب اللہ، اسلامی فقہ، پروگریسو بکس اُردو بازار، لاہور، 1991ء، ص:6/679

(74) قلعہ جی وقنیبی، م۔ن، ص:283؛ وسعدی ابوحبیب، م۔ن، ص:222

(75) ایضاً؛ وتنزیل الرحمٰن، قانونی لغت، ص:310

And See! Thabvala, Noshirvan Advocate, The Law of Tort, Popular Law Books Published, Law House, Longley Road, Lahore, 1999-P:76.

(76) ملاحظہ ہو! لیاقت علی نیازی، ڈاکٹر، اسلام میں قانون ٹارٹ کا تصور، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 1996ء، ص:38-37؛ وتنزیل الرحمٰن، م۔ن، ص:365

(77) سورۃ البقرۃ:233

(78) دیکھئے! ابن ماجہ، م۔ن، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقہ مایضر بجارہ، حدیث نمبر 241,2340، ص:2/193

(79) ملاحظہ فرمایئے! ابن نجیم، م۔ن، ص:87-85

(80) الأتاسی، محمد خالد، مفتی حمص، شرح مجلۃ الاحکام العدلیہ، المکتبۃ الرشیدیۃ، سرکی روڈ، کوئٹہ، 1999ء، ص:2/221

(81) الشاطبی: ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1988، ص:2/132

(82) الحصکفی، م۔ن: 4/92؛ وابن قیم الجوزیۃ: شمس الدین، ابوعبد اللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین، عب رب العالمین، دار الجیل، للنشر والتوزیع والطباعۃ، بیروت، لبنان، 1412ھ، ص:4/94

(83) ابوالعباس تقی الدین احمد، الحسبۃ فی الاسلام، مطبع المویدمصر، 1318ھ، ص:70؛ وابن قیم، م۔ن، ص:1/131

(84) ارشادِ خداوندی ہے ﴿﴾ ''اور جب واپس لوٹ کر جاتا ہے تو ملک میں فساد دلانے کی کوشش کرتا ہے تا کہ فصلوں

اور کھیتوں کو برباد اور نسل انسانی کو ہلاک کر ڈالے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ البقرۃ:205؛ ونیز حکم ہوا ﴿﴾ ''یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریق کے جو بہت ہی بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنے بلوغ کو پہنچ جائے''۔ الاسراء:34

(85) مالک الامام: مالک ابن انس بن مالک، المؤطا (مترجم) اسلامی اکادمی، اُردو بازار لاہور، 1404ھ، کتاب البیوع، باب الحکرۃ والتربص، حدیث نمبر 120، ص:489

(86) حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسروں کو عبرت دلانے کے لئے ذخیرہ اندوزوں کو بازار میں خرید و فروخت کے معاملات سے منع کیا کرتے تھے۔

ملاحظہ فرمایئے! عبدالرزاق بن الھمام الصنعانی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1392ھ، ص:206/8

(87) دیکھئے! زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن بکر بن نجیم، م۔ن، ص:85؛ وزنگی پوری: محمد رضی، اسلام کا معاشی نظام، شعبہ نشر حقائق و معارف، جامعہ جوادیہ بنارس، الجواد بک ڈپو بنارس (ہندوستان) 1372ھ، ص:43

(88) وزارہ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ الکویت، م۔ن، ص:185/2؛ وابن قدامہ، المغنی، م۔ن، ص:571/4

(89) السنہوری: عبدالرزاق، الوسیط فی شرح القانون المدنی الجدید، ص:679/8